© rasailojaraid.com

اسلام میں معاشی اور سماجی انصاف کا تصور

محمد مظہر الدین صدیقی

قرآن حکیم نے جن اخلاقی اقدار کی تلقین کی ہے ان میں سب سے زیادہ نمایاں قدر عدل و انصاف کی ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں عدل و انصاف کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ انبیاء اور رسل کو اور ان کے ساتھ الہامی کتابوں کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسانوں کے مابین عدل و انصاف قائم کیا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (سورۂ حدید۔ ۲۵)

''ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو اتارا تاکہ لوگ عدل کو قائم رکھ سکیں،،۔

عدل و انصاف کا حکم ان صورتوں میں بھی دیا گیا ہے جب کہ اس کے نتیجہ میں انسان کی اپنی ذات یا اس کے ماں باپ یا رشتہ داروں کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو:۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما (سورۂ النساء۔ ۱۳۵)

''اے ایمان والو عدل پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہوجاؤ خواہ اس کی زد تمہارے اپنے اوپر یا تمہارے والدین پر یا رشتہ داروں پر پڑے وہ شخص امیر ہے یا غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالی کو زیادہ تعلق ہے۔،،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے :

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورۃ المائدہ ۔ ۸)

''اے ایمان والو اللہ کے لئے کھڑے ہوجاؤ عدل کی گواہی دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔ انصاف سے کام لو۔ یہ تقوی سے قریب تر ہے''۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے بشرطیکہ وہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے آمادہ پیکار نہ ہوں اور مسلمانوں پر ان کے دین کی وجہ سے ظلم و سختی نہ کریں :۔

لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ۔ ان اللہ یحب المقسطین ۔ (سورۃ الممتحنہ ۔ ۸)

''جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملہ میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا بےشک خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

لیکن عدل و انصاف کے متعدد پہلو ہیں ۔ ایک پہلو قانونی عدل کا ہے ، ایک سیاسی عدل، کا ایک معاشی اور سماجی عدل کا۔ اس مضمون میں ہم صرف معاشی اور سماجی عدل سے بحث کریں گے ۔

معاشی انصاف کے دائرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے تین اہم نکات سامنے آتے ہیں ۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ معاشرہ کے کمزور طبقات و افراد کے حقوق کی پاسبانی کی جائے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طاقتور طبقات و افراد کو اس اس کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ ان کے حقوق تلف کریں ۔ حضرت ابوبکر نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں اس نکتہ کی وضاحت کی تھی ۔ چنانچہ آپ نے فرمایا : ۔

والضعیف منکم قوی عندی حتی ازیح علته ان شاءالله والقوی منکم ضعیف عندی حتی آخذ منه الحق انشاءالله (ابن کثیر ۔ البدایه والنهایه مطبوعه مصر ۔ جلد ٦ ۔ ص ۳۰۱)

”تم میں سے جو کمزور ہے وہ میری نگاھوں میں طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کی شکایت رفع کردوں اگر خدا نے چاھا اور تم میں جو طاقتور ہے وہ میری نگاھوں میں کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے (کمزوروں کا) حق نہ لے لوں اگر خدا نے چاھا،، ۔

حضرت عمر کی خلافت میں بھی کمزوروں کے حقوق کا ایسا ھی لحاظ کیا جاتا تھا ۔ امام ابویوسف لکھتے ھیں : ۔

کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه اذا بلغه ان عامله لایعود المریض ولا ید خل علیه الضعیف نزعه ۔

”عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسے افسر یا گورنر کو برطرف کردیتے تھے جس کے متعلق انھیں یہ خبر پہونچتی کہ وہ مریض کی عیادت نہیں کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں کوئی کمزور (غریب) شخص داخل نہیں ہو سکتا ہے،، ۔ (کتاب الخراج ۔ ص ٦٦ مطبوعہ قاھرہ ۱۳٦۲ ھ)

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حکمرانوں، گورنروں اور افسروں سے عام لوگوں کو ملاقات کرنے میں کوئی دشواری نہیں ھونی چاھئے تاکہ یہ لوگ عوام کی ضروریات اور شکایات سے باخبر رھیں ۔ ایک حدیث میں آتا ہے ۔ ابو الشباخ نے روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے ایک رشتہ کے بھائی سے فرمایا کہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت معاویہ کے دربار میں داخل ہوا اور ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ ''اگر کسی شخص کو عوام پر صاحب اختیار بنا دیا جائے لیکن وہ مسلمانوں پر اپنا دروازہ بند کر دے یا کسی ایسے شخص کو جس پر ظلم ہوا ہو یا جو ضرورت مند ہو داخلہ کی اجازت نہ دے تو اللہ تعالی اس پر اپنی رحمت کا دروازہ بند کر دیگا جب کہ وہ خود ضرورت مند ہوگا یا مفلسی کی حالت میں ہوگا''۔

(مشکوۃ المصابیح انگریزی ترجمہ، ڈاکٹر رابسن ج ۲ ص۹۲ء مطبوعہ لاہور)

اسی طرح کی ایک اور حدیث میں ہے۔ عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''اگر کسی شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملہ میں بااختیار بنادیا جائے اور وہ ان کی حاجت، مفلسی یا ناداری سے آنکھیں بند کرلے تو اللہ تعالی بھی اس کی حاجت، مفلسی اور ناداری سے آنکھیں بند کرلے گا''۔

(مشکوۃ المصابیح۔ جلد ۲ ص ۹۲ء)

تیسرا اہم نکتہ جو معاشی انصاف سے متعلق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ نئے طبقات ظہور میں آسکتے ہیں جن کی معاشی امداد اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں بیواؤں کا ان طبقات میں کوئی ذکر نہیں ملتا جن کی معاشی امداد کو مسلمانوں کا اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ گو قرآن میں لفظ مسکین ضرور آتا ہے جس کا اطلاق غریب بیواؤں پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح غریب بیوائیں، بھی زکوۃ کی مستحق قرار پاسکتی ہیں لیکن قرآن حکیم میں بیواؤں کا ایک علیحدہ طبقے کی حیثیت سے کوئی ذکر نہیں، اس کے باوجود حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں جب معاشی وسائل کی فراوانی ہوئی تو حضرت عمر نے صراحتاً بیواؤں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان طبقات میں شامل کیا جن کی کفالت کی اسلامی ریاست ذمہ دار قرار پاتی ہے۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں :۔

قال بعث عمر رضی اللہ عنہ حذیفہ بن الیمان علی ماوراء دجلۃ وبعث عثمان بن حنیف علی ما دونہ فاتیا فسا'لھما کیف و ضعتکما علی الارض لعلکما کلفتما اھل عملکما مالا یطیقون قال حذیفۃ ترکت فضلاً و قال عثمان ترکت الضعف ولو شئت لاخذتہ فقال عمر عند ذالك لئن بقیت لاراسل اھل العراق لادعنھم لا یفتقرن الی امیر بعدی۔ (کتاب الخراج ص ۲۱ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۰۲ھ)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ بن الیمان کو دجلہ کے اس پار روانہ کیا اور عثمان بن حنیف کو ادھر کے علاقہ کی طرف بھیجا۔ جب وہ دونوں آئے تو ان سے دریافت کیا کہ تم نے زمین پر لگان کس طرح لگایا شاید تم نے مزارعین پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا۔ حذیفہ نے کہا کہ میں نے زیادہ لگان کو چھوڑ دیا۔ عثمان نے کہا کہ میں نے دوگنا لگان ترک کر دیا۔ اگر میں چاہتا تو یہ لے سکتا تھا۔ اس موقع پر حضرت عمر نے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو ایسی حالت میں چھوڑوں گا کہ انھیں میرے بعد کسی خلیفہ کی امداد و کفالت کی حاجت نہ رہے گی،،۔

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے عراق کی بیواؤں کو ایک جداگانہ طبقہ کی حیثیت دی جن کی کفالت اسلامی حکومت کا فریضہ قرار پائی۔ اس طرح ہر زمانہ میں اسلامی ریاست کسی نئے طریقے کی بنیاد رکھ سکتی ہے جس کا تعلق ان معاشی طبقوں کی کفالت اور امداد سے ہو جو مرور زمانہ کے ساتھ معرض وجود میں آئیں۔ بشرطیکہ وہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہو اس ضمن میں امام ابویوسف لکھتے ہیں :۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اس بارے میں عمل اس سنت کے مطابق ہوگا جس کی بنیاد پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی اور پھر خلفاء اربعہ نے اور جان لو کہ جس شخص نے بھی کسی اچھی سنت کی طرح ڈالی اسے اس کا اجر بھی ملے گا۔ اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی ملے گا۔ (کتاب الخراج۔ ص ۳۳)

جہاں تک ان معاشی تدابیر کا تعلق ہے جو اسلام نے غریبوں اور پست طبقوں کی حاجت روائی کے لئے اختیار کیں، اس کے متعلق اسلامی عہد کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور مکی زندگی اور ابتدائی مدنی زندگی کا جب کہ اسلامی ریاست ابھی پورے طور پر منظم نہیں ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی اور معاشی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس دور میں شخصی اور انفرادی خیرات و صدقات پر اکتفا کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ غریبوں کی دیکھ بھال کریں۔ اسی دور میں حسب ذیل قرآنی آیات کا نزول ہوا :۔

وما ادراك ما العقبة۔ فك رقبة او اطعام في يوم ذى مسغبة يتيما ذامقربة او مسكينا ذا متربة ۔ (البلد۔ ۱۳)

''اور تمہیں کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گردن کا چھڑانا (یعنی غلاموں کو آزاد کرنا) یا بھوک کے دن میں قرابت دار یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔''

و يطعمون الطعام على حبه مسكينا و يتيما و اسيرا (سورہ دھر۔ ۸)

''اور وہ (یعنی مسلمان) مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو اللہ کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے ہیں۔''

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملئكة والكتب والنبيين وآتى المال على حبه ذوى القربى

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب (سورہ بقرہ - ۱۷۷)

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور اپنا مال اللہ کی محبت میں قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں، اور غلاموں کو آزاد کرانے پر صرف کرے،،۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھائے جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا رہے ،،، (مشکوۃ - جلد ۳ ص ۱۰۴۹)

دوسرا دور فتح خیبر کے بعد کا ہے۔ اس دور میں جب کہ اسلامی ریاست پوری طرح منظم اور مستحکم ہوچکی تھی اور اس کے مالی وسائل بھی بڑھ گئے تھے زکوۃ کے احکام نازل ہوئے اور سودی لین دین کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ایک طرف تو انفرادی خیرات و صدقات کا سلسلہ جاری تھا اور دوسری طرف خود اسلامی ریاست فلاکت زدہ افراد کی معاشی امداد کی ذمہ داری اٹھانے لگی اور سماجی تحفظ کا ایک نظام عملاً نافذ کیا گیا۔

زکوۃ کے نفاذ کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے ان طبقات کی بھی صراحت کردی جن کو زکوۃ کی آمدنی سے مالی امداد دی جاتی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

انما الصدقات للفقراء و المساکین والعاملین علیھا والمولفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل ۔ (سورہ توبہ ۶۰)

''صدقات یعنی زکوۃ فقراء کے لئے ہے مساکین کے لئے ہے ان لوگوں کے لئے ہے جو اس کی تقسیم میں حکومت کے کارندوں کی حیثیت سے کام کریں گردن چھڑانے کے لئے ہے (یعنی غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے) قرضداروں کے لئے ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے اور مسافروں کے لئے ہے ،،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی بھی وضاحت فرما دی کہ اگر کسی شخص نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی ہے تو اس سے وہ مزید مالی ذمہ داریوں سے بری نہیں ہوجاتا۔ بلکہ اسلامی ریاست زکوۃ کے علاوہ مال پر اور بھی واجبات عائد کر سکتی ہے۔ جیسا کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ''مال و جائداد پر زکواۃ کے علاوہ اور بھی کچھ واجب ہے،،۔ (مشکوۃ جلد ۲ ص ۶۲۳)

یہی دور تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت فرمانروائے ریاست یہ اعلان فرمایا کہ میں تمام بے یارو مددگار مسلمانوں کا سر پرست ہوں۔ چنانچہ المقدام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں ہر مسلمان سے اس کی جان کے مقابلہ میں قریب تر ہوں۔ اسلئے اگر کوئی شخص قرض چھوڑ کر مرجائے یا اس کی موت کی وجہ سے اس کے اہل و عیال بے یارو مددگار ہو جائیں تو میں ان کا ذمہ دار ہوں،،۔

(مشکوۃ المصابیح ۔ جلد ۲ ص ۶۰۱)

تیسرا دور حضرت ابو بکر کی خلافت سے شروع ہوتا ہے ۔ اس دور میں اسلامی ریاست کے معاشی وسائل میں اضافہ ہوا اور اس کے نتیجہ میں بعض نئے طبقات کو ریاست کی طرف سے امداد دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر نے اہل کتاب کے لاچار افراد کو بیت‌المال سے امداد دی۔ فرماتے ہیں :۔

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابته آفة من الآفات او کان غنیا فافتقر وصار اہل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته وعیل من بیت مال المسلمین و عیاله ۔

(تقی امینی۔ احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت۔ ص ۲۲ مطبوعہ لاہور)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اگر کوئی بوڑھا آدمی کام کرنے سے معذور ہوجائے یا اس پر کوئی آفت آپڑے یا پہلے مالدار تھا اور بعد میں مفلس ہوجائے اور اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ دینے لگیں تو اس کا جزیہ معاف کردیا جائے گا۔ اور اس کے اہل و عیال کو مسلمانوں کے بیت‌المال سے مدد دی جائے گی،،۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے تمام بوڑھے اشخاص جو کام کرنے کے قابل نہ رہے ہوں اور جن کی کفالت کا کوئی ذمہ دار نہ ہو اس امر کے مستحق ہیں کہ اسلامی ریاست ان کی کفالت کرے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے طلحہ‌رض کو ایک جاگیر عطا فرمائی اور چند گواھوں کو مقرر فرمایا جنہیں جاگیر کی دستاویز پر دستخط کرنا تھا۔ ان گواھوں میں حضرت عمر کا نام بھی تھا۔ جب طلحہ‌رض حضرت عمر کے پاس آئے تو انھوں نے دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا اھذا کلہ لك من دون الناس۔ کیا اتنی ساری زمین صرف تمہارے لئے مخصوص ہوگی اور دوسرے لوگ اس سے محروم رھیں گے۔ اس پر حضرت طلحہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس غصہ سے بھرے ہوئے آئے اور کہا واللہ ما ادری انت الخلیفہ ام عمر۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ خلیفہ آپ‌رض ہیں یا عمررض۔ حضرت ابوبکر نے جواب میں فرمایا میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ عمر ہیں۔
(احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت۔ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمینوں کی تقسیم کے بارے میں حضرت عمررض کے خیالات سے حضرت ابوبکررض نے بھی اتفاق کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جاگیروں کی صورت میں اراضی کا چند ھاتھوں میں جمع ہوجانا اسلامی نظریہ عدل کے منافی ہے۔ جس معاشرہ میں لاکھوں کروڑوں بے زمین کسان اجرت پر کام کرتے ہوں وھاں چند زمینداروں اور جاگیرداروں کو بڑے بڑے قطعات دے دینا انصاف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے حضرت عمررض کے زمانہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت میں عراق کی بیواؤں کو ان طبقات میں شامل کیا گیا جنھیں اسلامی ریاست معاشی امداد فراہم کرتی تھی۔ ذیل کے واقعہ سے حضرت عمر کی معاشی امداد کی پالیسی پر مزید روشنی پڑتی ہے :۔

حدثنی عمیر بن نافع عن ابی بکر قال مر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بباب قوم علیہ سائل یسئال شیخ کبیر ضریر البصر فضرب عضدہ من خلفہ وقال من ای اھل الکتاب انت فقال یھودی قال ماالجاك ماارى قال اسأل الجزیة والحاجة والسن قال فاخذ عمر بیدہ و ذھب الی منزلہ فرضخ لہ بشیٔ من المنزل ثم ارسل الی خازن بیت المال فقال انظر ھذا و ضرباءہ فو اللہ ما انصفنا ان اکلنا شبابہ ثم نخذل عند الھرم انما الصدقات للفقراء والمساکین و الفقراء ھم المسلمون و ھذا من مساکین اھل الکتاب و وضع عنہ الجزیة (کتاب الخراج۔ ص ۷۲)۔

''عمیر بن نافع نے ابوبکر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے دروازہ کے پاس سے گزرے اور وہاں انھوں نے ایک سائل کو پایا جو بھیک مانگ رہا تھا وہ بہت بوڑھا اور اندھا تھا۔ حضرتؓ عمر نے اس کے کندھے پر ھاتھ مار کر کہا تم اھل کتاب کی کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ اس نے کہا میں یہودی ہوں۔ حضرت عمر نے سوال کیا کہ تمہیں گداگری پر کس چیز نے مجبور کیا۔ اس نے کہا جزیہ نے ناداری نے اور عمر رسیدگی نے۔ حضرت عمر اس کا ھاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور اسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے داروغہ کو بلا کر کہا کہ اس کی اور اس کے جیسے اور لوگوں کی دیکھ بھال کرو۔ خدا کی قسم ہم بے انصافی کریں گے اگر ہم نے اس کی جوانی کی محنت سے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اس کو بے یار و مدد گار چھوڑ دیا۔ صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ فقراء تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں میں سے ہوتے ہیں، اور یہ اہل کتاب کے مسکینوں میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جزیہ معاف کردیا (کتاب الخراج ۔ ص ۷۲)۔

اس واقعہ میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ اولاً یہ کہ حضرت عمر نے ایک غیر مسلم کو مساکین کی صف میں شامل کیا۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر کو یہ بات انصاف کے خلاف معلوم ہوئی کہ ایک شخص جوانی میں تو محنت کرے اور اس سے ہم فائدہ اٹھائیں پھر جب وہ بوڑھا ہوجائے تو اس کو بے یارو مدد گار چھوڑ دیا جائے۔ اب یہ بات قابل غور ہے کہ یہ بوڑھا یہودی سرکاری ملازم نہ تھا بلکہ ایک معمولی شہری تھا جس کا حکومت کے کاروبار سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان تمام اشخاص کی معاشی امداد حکومت کا فرض ہے خواہ وہ سرکاری ملازم ہوں یا نہ ہوں جو بڑھاپے میں بالکل بے یارو مدد گار ہو جائیں اور جن کی معاشی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو۔

عہد جدید میں سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے بہت بڑے پیمانہ پر افلاس و ناداری کا معاشرہ میں دور دورہ ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام یتیموں، بیواؤں اور دوسرے فلاکت زدہ انسانوں کی معاشی امداد کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ سوشلزم کا دعوی ہے کہ اس نے معاشرہ میں مساوات کا بول بالا کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس دعوی کو تسلیم نہیں کرتے۔ ابھی تک کسی سوشلسٹ معاشرے نے یہ آئینی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے کہ وہ تمام مفلس نادار اور حاجتمند افراد کی کفالت کرے گا حالانکہ اسلام میں ان لوگوں کو معاشی کفالت کا آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔ اگر سوشلزم نے کہیں معاشی خوشحالی اور فارغ البالی پیدا کی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اسنے سیاسی آزادی اور حریت فکر کا بالکل خاتمہ کردیا ہے اس کے باوجود سوشلزم اور کمیونزم آبادی کے پست طبقات کے لئے بڑی کشش رکھتے ہیں۔ اور اگر ہم ان لادینی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ملحدانہ نظریات سے عوام الناس کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے ملکی آئین میں اس بات کی ذمہ داری قبول کرنی پڑے گی کہ ریاست تمام نادار اور حاجتمند افراد کی معاشی کفالت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ مفلسی اور ناداری کفر کے قریب لے جاتی ہے کادالفقر ان یکون کفرا۔ (مشکوۃ ۔ جلد ۳ ص ۱۰۴۹) ۔ اگر جیسا کہ حضور نے ارشاد فرمایا مفلسی اور ناداری انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے تو ایک اسلامی ریاست کا یہ اولین فریضہ ہے کہ وہ غربت و افلاس کا خاتمہ کرنے کے لئے سماجی تحفظ کی وہ تمام تدابیر اختیار کرے جو اوائل اسلام میں اختیار کی گئی تھیں بالخصوص ایک ایسے دور میں جب کہ معاشرہ انفاق کی روح سے بالکل خالی ہوگیا ہے اور مالداروں نے ناداروں اور مفلوک الحال لوگوں کی معاشی امداد سے بالکل ہاتھ کھینچ لیا ہے حالت یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں ایک یونیورسٹی بھی نہیں جو حکومت کے وسائل سے نہ چلتی ہو اور جس کا انتظام صرف مالداروں کے عطیات سے کیا جاتا ہو۔ اس طرح ملک میں ایسے اسپتال نہ ہونے کے برابر ہیں جنہیں صرف مالدار افراد نے اپنی امدادی رقوم سے قائم کیا ہو اور جن کا مقصد روپیہ کمانا نہ ہو بلکہ خدمت کرنا ہو۔ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان کی مملکت ایسے معاشی وسائل سے بہرہور ہے جو سماجی تحفظ کی تدابیر کے لئے کافی ہوں۔ ہمارے خیال میں موجودہ زمانہ میں ریاست کے وسائل آمدنی بمقابلہ زمانہ رسالت یا زمانہ خلافت راشدہ کے بہت بڑھ چکے ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ عہد رسالت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں ریاست تعلیم اور طبی امداد سے بری الذمہ تھی۔ بہرحال اگر مملکت پاکستان کے موجودہ معاشی وسائل سماجی تحفظ کی اسکیموں کے لئے ناکافی ہیں تو اس کا مداوا زکوۃ کے نفاذ کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے اور زکوۃ کی آمدنی ایک اضافی آمدنی کے طور پر استعمال کی جائے ۔ اس سلسلہ میں بڑی مشکل یہ ہے کہ پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایک عام خیال یہ ہے کہ صرف زکوۃ اور عشر اسلامی نوعیت کی آمدنیاں ہیں باقی جتنے محصولات اور واجبات حکومت عائد کرتی ہے ان کا دین یا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی ہمارے ذرائع ابلاغ ریڈیو ٹیلیویژن اور اخبارات کے ذریعہ دور کی جاسکتی ہے اور لوگوں کو یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ اسلامی حکومت جو بھی ٹیکس لے وہ عبادت کی ضمن میں آتا ہے نیز اسلامی حکومت کے عائد کردہ تمام ٹیکس اصلاً اسلامی اور دینی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رض نے جو پہلی تقریر خلیفہ منتخب ہونے کے بعد کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انصاف کے معنے یہ ہیں کہ کمزوروں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور انہیں طاقتور افراد کی زیر دست آزاری کا شکار نہ ہونے دیا جائے۔ اب ہمارے معاشرہ میں ایک طبقہ جو سماجی لحاظ سے بہت کمزور ہے صنف نازک کا طبقہ ہے۔ قرآن مجید میں جہاں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے وہیں ازواج کے درمیان عدل کرنے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک ہی بیوی کرو اور تعدد ازواج سے بچو۔

وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (النساء ۔ ۳

''اور اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کرو،،

اسی کے ساتھ قرآن حکیم نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (النساء ۔ ۱۲۹)

''اور تمہارے اندر یہ قدرت نہیں ہے کہ تم عورتوں کے مابین انصاف کر سکو اگرچہ تمہاری خواہش بھی ہو۔ (۴ ۔ ۱۲۹)

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن صرف بہ امر مجبوری ایک سے زائد شادیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اجازت دیتا ہے۔ بنا بریں اگر کسی ایک بیوی کو بھی اپنے شوہر سے یہ شکایت ہوجائے کہ وہ اس کے ساتھ برتاؤ یا نان و نفقہ میں انصاف نہیں کرتا تو وہ اس معاملہ کو عدالت میں پیش کر سکتی ہے اور اگر اس کی شکایت صحیح ثابت ہو تو عدالت اس کے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔ ناانصافی کی ایک اور صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی شخص بلا معقول وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر اس عورت کے لڑکے چھوٹے ہوں اور کمانے کے لائق نہ ہوں تو اسے بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مشکل کو اس طرح حل کیا جا سکتا ہے کہ مطلقہ عورتوں کو جن کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو ان طبقات میں شامل کر لیا جائے جن کی معاشی کفالت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان میں عورتوں کی بڑی دقت یہ ہے کہ ناخواندگی، جہالت اور پردہ کی پابندیوں کی وجہ سے وہ عدالتوں سے رجوع نہیں کر سکتیں۔ بجز اس کے کہ کوئی مرد ان کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کو تیار ہو۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہماری حکومت کو عائلی عدالتیں قائم کرنی چاہئیں جو سستا اور آسان انصاف مہیا کر سکیں، اور جن میں مقدمات آسانی سے فیصل کئے جاسکیں۔

© rasailojaraid.com